

پاکستان اور اسلامی حکومت

رکناب مولانا عتیق الرحمن سنہلی

[ہندوستان کے مشہور دینی ماہنامہ "الفرقان" (مکھنڈ) کا یہ ادارہ پاکستان کے موجودہ بحرانی دور کے متعلق بڑے درود و سہم کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اس کی سطر سطر سے اس عظیم اسلامی نصب العین کے بپتے ٹرپ نمایاں ہے جو کہہ ارضی کے تمام مسلمانوں کا اصل سرمایہ حیات ہے۔ یہ ٹرپ جیت مک باقی ہے، ہمارے مشترک اسلامی احساسات کو دریاؤں اور پہاڑوں کی جغرافی لکیریں کھینچ باہم و گم منقطع نہیں کر سکتیں۔ یہی وہ چیز ہے جس نے ہماری نوخیز مملکت کے دو تعمیر و تشکیل پر دنیا بھر کے مسلمانوں کی توجہات لگا دی ہیں۔ اس ادارے کے مطالعے سے اندازہ کیجیے کہ ہمارے بناد اور ہمارے بگاڑ سے ہمارے سرحد پار کے اسلامی ذہنوں کو کتنی گہری دلچسپی ہے۔ پھر یہ سطور اس قابل ہیں کہ ان سے ہمارے ملک کے عوام بھی اور فعال عناصر بھی درس عبرت لیں۔ یہ ادارہ اگرچہ الفرقان کے دسمبر کے شمارے میں شائع ہوا تھا، لیکن ابھی تک یہ پڑانا نہیں ہوا ہے۔ اس لیے ہم اسے اپنے صفحات میں پیش کر رہے ہیں۔]

اس وقت کے پاکستان کو دیکھ کر ۲۵-۲۶ء کا زمانہ یاد آتا ہے جبکہ پاکستان کے حصول کی جدوجہد ہو رہی تھی۔ مسلمانان ہند پاکستان کی شکل میں ایک اسلامی حکومت کا خواب دیکھ رہے تھے۔ مسلم لیگ کے قائدین انہیں ملک کے اس سرے سے اس سرے تک بتلاتے پھر رہے تھے کہ پاکستان کے معنی کیا؟ لا الہ الا اللہ۔ اور مسلمان تھے کہ ایمان بالغیب کی طرح مان رہے تھے کہ "پاکستان واقعہ لا الہ الا اللہ کی عملی تفسیر ہوگا، وہاں قرآن کی حکومت ہوگی، وہاں اسلام کا سکھ چلے گا، وہاں مسلمانوں کا نظام زندگی ان کے مذہب کی روشنی میں تیار ہوگا اور ان کا تہذیب و تمدن غیر اسلامی عناصر سے پاک ہوگا خالص

اسلام کی زندگی کرے گا۔ لہذا پاکستان کی مخالفت لا الہ الا اللہ کی مخالفت ہے، اسلام کی مخالفت ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کی مخالفت ہے اور ملت کے حق میں ناقابل معافی جرم ہے۔ جو لوگ پاکستان کے مخالف تھے اور اس کے مقابلہ میں جو سیاسی نظریہ پیش کرتے تھے وہ صحیح تھا یا غلط؟ اس بحث کو جانے دیجیے کیونکہ اس کا وقت گزر چکا ہے۔ لیکن ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیے کہ وہ ان دغریب نعروں کے متعلق جب یہ کہتے تھے کہ یہ محض فریب ہے، سیاسی چال ہے تو کیا وہ غلط کہتے تھے؟ ان کی بات کتنی سیدھی اور صاف تھی کہ جن لوگوں کی زندگی نہ پہلے اسلامی تھی اور نہ ان نعروں کے لگاتے وقت اسلامی ہے بلکہ جو دینی زندگی کو اختیار کرتے ہوئے شرماتے ہیں اور اس پر ملائیت کی پھینکیاں کساکرتے ہیں ان سے آخر کیسے توقع کر لی جائے کہ وہ ایک اسلامی حکومت کی تعمیر کریں گے۔ حالانکہ اسلامی حکومت اگر واقعی اسلامی حکومت ہو تو اس کی نظیر احتساب پر سب سے پہلے ہی لوگ چڑھیں گے۔ مگر مسلمان اس وقت نشہ میں تھے۔ وہ اپنے یقین میں کسی تشکیک کی دخل اندازی کے روادار نہ تھے اور گندم از گندم بڑید جو زخو جیسی ابدی سچائی پر کان دھرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ مگر کیا کسی کے آنکھیں بند کرنے سے یہ حقیقت باطل ہو سکتی ہے اور جو بوجہ گندم کاٹنے کی امید کرنے والے کی امید کبھی پوری ہو سکتی ہے، ایسی امیدوں کا نتیجہ حسرت و یاس کے سوا کبھی کچھ اور نکلا ہے یا کچھ اور نکل سکتا ہے؟ مسلم لیگ کی مغرب زدہ قیادت سے اسلامی حکومت کے قیام کی امیدیں وابستہ کرنے کا نتیجہ آج سامنے ہے۔ جوں جوں وقت گذرنا جا رہا ہے اس سرزمین پاک پر اسلام مقہور سے مقہور تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور اب اس کو ملازم کا نام دے کر کمینوزم کے ساتھ باندھ کر فنا کے گھاٹ اتارنے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ صاف صاف کہا جا رہا ہے کہ تیرہ سو برس کے عرصہ میں کہیں اسلامی حکومت قائم ہوئی بھی ہے۔ جو آج پاکستان میں قائم ہوگی؟ اور دیدہ دلیری کی حد ہے کہ یہ بات خاص لیو۔ پی کی راجدھانی میں کہی گئی ہے جہاں آج بھی اگر کوئی کان لگائے تو فضاؤں میں ”پاکستان کے معنی کیا؟ لا الہ الا اللہ کے نعرے گونجتے ہوئے ملیں گے۔“

حب تک پاکستان بنا نہیں تھا پاکستان کے معنی لا الہ الا اللہ کے تھے۔ اس کی مخالفت قرآن

کی مخالفت تھی، قرآنی نظام کی مخالفت تھی، حکومتِ اہلبیہ کی مخالفت تھی، مگر جب پاکستان بن گیا تو قرآنی نظامِ حکومت کی مخالفت ہی میں اس کے استحکام کی ضمانت پوشیدہ ہو گئی اور قرآنی نظامِ حکومت کا مطالبہ تخریبی عمل قرار پادیا جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کو

اُس وقت جن علمائے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی انہیں دشمنِ اسلام اور غدار ملت کہہ کر ان کی گٹھیاں اچھلائی گئیں اور آج جو علماء اور مخلص مسلمان کل کے وعدوں کے مطابق اسلامی حکومت کے قیام کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ پاکستان کے دشمن اور شورش پسند قرار دیئے جا رہے ہیں اور نادار شاہانہ انداز میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ سب ہندوستان ہی سے گئے ہوئے لوگ ہیں، ان سب کو چاندی کی کشتی میں لگا کر ہندوستان ہی واپس کر دیا جائیگا۔ یہ ہے اُس خواب کی تعبیر جو سات سال پہلے ہندوستان کے مسلمانوں نے دیکھا تھا، اللہ تعالیٰ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو ٹھنڈا رکھے، اچھا ہوا وہ پہلے ہی تشریف لے گئے ورنہ انہیں دیکھنا پڑتا کہ ان کی امیدیں اور آرزوئیں کا انجام کتنا حسرتناک ہے۔

میں ان باتوں پر ذرا بھی حیرت نہیں ہے جو پاکستان کے وزیر داخلہ نے لکھنؤ کے ہوائی اڈہ پر ایک مولوی صورت اخباری نمائندے سے کہیں اور نہ ہیں ان فقرہ پر ذرہ برابر حیرت ہے جو انہوں نے (پوری جراتِ زندان کے ساتھ) اس مولویانہ صورت پر چسپت کیے۔ (البتہ اتنا ضرور ہوا کہ سات سال پہلے کی باتیں بے ساختہ یاد آگئیں اور اپنی قوم کی بے شعوری پر بے اختیار ماتم کہنے کو جی چاہتے لگا جو اتنا نہیں جانتی کہ کن لوگوں سے کن باتوں کی امید رکھنی چاہیے۔ کاش یہی تجربہ آئندہ کے لیے اس کی آنکھیں کھول دیتا۔

قیامِ پاکستان کی جدوجہد کے زمانہ میں تحریکِ پاکستان کے لیڈر اپنے مخالف علماء کو طرح طرح کے نقاب سے نواز کر جب گندے انڈوں اور ٹماٹروں والی تہذیب کا مظاہرہ کیا کرتے تھے تو لوگ سمجھتے تھے کہ یہ علماء چونکہ ملتِ فروشی کر رہے ہیں اس لیے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جا رہا ہے اور یہ اپنے جرم کی بنا پر اسی کے مستحق ہیں لیکن حقیقت یہ تھی جو آج بے نقاب ہو کر سامنے آگئی ہے کہ اس الزام کی آڑ میں دراصل علماء کے وقار کو ختم کرنا مقصود تھا۔ اس لیے کہ انہی کے ذریعے سے مسلمانوں میں دین کا وقار و احترام اور پاس و لحاظ قائم تھا اور یہی اس کے پاسباں و نگہبان تھے اور دین کے وقار و احترام اور پاس و لحاظ کی موجودگی میں ان

لوگوں کی دال مسلمانوں میں اچھی طرح نہیں گل سکتی تھی، یہ من مانی قیادت نہیں کر سکتے تھے اور قوم ان کی اغراض و خواہشات کا اکلنا نہیں بن سکتی تھی۔ چنانچہ دیکھ لیجیے کہ وہ علماء جنہوں نے تحریک پاکستان کی حمایت کی، اس کو دینی سند ہم پہنچائی اور قائدین یکے کے کندھے سے کندھا ملا کر چلے یا کم از کم مخالفت نہیں کی وہ آج سربراہ کاران مملکت پاکستان کے اسی طرح معنوب بنے ہوئے ہیں جیسے کہ مخالف علماء تھے۔ ان کا وجود تک برداشت نہیں ہے اور ارادہ ہے اگر خدا نے پورا ہونے دیا کہ ان سب کو ملک بدر کر دیا جائے۔ — ان کا کیا جرم ہے؟ انہوں نے بھی قوم کے مفاد سے غداری کی تھی، مسلمانوں کو ہندوؤں کے ہاتھ بیچنے کی ٹھانی تھی، اسلامی حکومت پاکستان کے قیام میں روٹے اٹکائے تھے؟ آخر ان کا جرم کیا ہے؟ ان کا جرم صرف یہ ہے کہ یہ ان وعدوں کا ایفا چاہتے ہیں جو پاکستان بننے سے پیشتر کیے گئے تھے، یہ اس خواب کی تعبیر چاہتے ہیں جو سات برس پہلے دکھایا گیا تھا۔ وہ پاکستان کا دستور قرآن و حدیث کے مطابق بنوانا چاہتے ہیں، وہ حکومت کو اقامۃ صلوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ادارہ بنانا چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہی اسلامی حکومت کی علت غائی ہے اور انہی چیزوں کو قرآن نے مسلمانوں کی حکومت کا نشان بتلایا ہے۔

وَإِنْ مَكَانُكُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا
الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالمَعْرُوفِ
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔ اور اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں تو یہ تمام
کریں، زکوٰۃ ادا کریں، نیکیوں کا حکم کریں اور برائیوں
سے روکیں۔

اور ایسا ہونے میں پاکستان کی موجودہ قیادت کو اپنی موت نظر آتی ہے۔ اپنی پسندیدہ تہذیب و تمدن کا کلا گھٹنا نظر آتا ہے اور ان منکرات کے لیے خطرہ نظر آتا ہے جن کے وہ دلدادہ ہیں اور جو ان کی زندگی کا جزو لاینفک بن گئے ہیں۔ ملک کا دستور قرآن و حدیث کے مطابق ہونے کے بعد کاک ٹیل پارٹیاں جاری نہیں رہ سکتیں، شراب کی بدستیاں جاری نہیں رہ سکتیں۔ طاؤس و رباب اور جام و سبو کے مشغلے جاری نہیں رہ سکتے، عیش و طرب کی رنگ ریاں باقی نہیں رہ سکتیں، مینا باناروں کی جلوہ ریزیاں اور عشوہ طرزیات باقی نہیں رہ سکتیں، سینماؤں کی عریاتیاں باقی نہیں رہ سکتیں، حوا کی جہان بیٹیوں کو شرکوں، کلیوں اور ہوٹلوں

میں لاکھ ذریعہ تفریح نہیں بنایا جاسکتا اور ان سے مارچ پاسٹ کر کے سلامیاں نہیں لی جاسکتیں۔ مختصر یہ کہ پاکستان کو لندن، پیرس اور نیویارک نہیں بنایا جاسکتا، جو ان کا انتہاء آرزو ہے اور جس کے بغیر ان کے نزدیک زندگی میں کوئی مزہ نہیں۔

ضروری نہیں کہ پاکستان کا ہر امیر و وزیر ان چیزوں کا دلدادہ ہو مگر اس میں شبہ نہیں کہ اصل زمام کار جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے ان کا مذاق و مزاج اسی قسم کا ہے۔ پھر یہ گنتی کے چند افراد ہی نہیں ہیں جو اپنے تحفظات کے لیے اہل دین کو دباننا چاہتے ہیں بلکہ ایک پورے کا پورا طبقہ ہے جس کا ان سے کٹھ جوڑ ہے، کیونکہ اس کا اور ان کا مفاد بالکل ایک ہے، یہ دراصل اسی طبقہ کے نمائندے ہیں اور نمائندگی کا پورا حق ادا کر رہے ہیں اور اس کے اور اپنے مشترک مفاد کے لیے ہر ناکردنی کے لیے تیار ہیں۔

اور پھر یہ طبقہ صرف اسی سمت سے کوشش پر تامل نہیں ہے بلکہ اپنے بچاؤ کے لیے جتنے بھی جتن وہ کر سکتا ہے سب کر رہا ہے، ایک پورا گروہ کا گروہ اس نے اہل قرآن کے نام سے کھڑا کر دیا ہے جو حدیث و فقہ کے دفاتر پر پوری قوت سے گھن بجا رہا ہے، کیونکہ ان دفاتر سے قرآن کی جو تشریحات اور اسلام کی جو تفصیلات، اس کا عملی و اعتقادی نقشہ اور اس کے حدود و قیود نکلتے ہیں ان سے علماء کے پیش کردہ مذہبی نقشہ کی تائید و تصدیق ہوتی ہے اور یہ نقشہ اس طبقہ کی خواہشات کے بالکل خلاف ہے۔ اس لیے کہ اس نقشہ میں اس کی ان دھچپیوں کی بالکل گنجائش نہیں نکلتی۔ اور تیسری سمت سے کوشش یہ طبقہ ارباب حکومت کے تعاون سے خود کر رہا ہے، یہ کوشش ہے اپنے مذاق اور اپنی دھچپیوں کو متعدي کرنے کی، تاکہ وہ اپنی قلت تعداد کی وجہ سے نکتہ زین سکے۔ اس دم کٹی لوٹری کی طرح جو انگشت نمائی سے بچنے کے لیے اپنی تمام ہجم غلو کو دم بریدگی کے فوائد سمجھاتی پھرتی تھی، یا اس کو زہ پست انسان کی طرح جو خود کو طعنہ زنی سے بچانے کے لیے تمام انسانوں کے کو زہ پست ہونے کے لیے دست بدعا تھا۔

پس ایک طرف تہرج جاہلیہ کی تبلیغ کی جا رہی ہے منکرات کو مرغوب بنانے کے لیے فلسفہ گھما رہا جا رہا ہے، منطقیں جھاڑی جا رہی ہیں اور ان اوصاف کی بے محابا نمائشیں کر کے لوہار دلوں کی جھجک دفعہ کی جا رہی ہے اور اس مقصد کے لیے سو سائلیاں قائم کی جا رہی ہیں، دوسری طرف ایک نیا اسلام ترتیب دیا

جاری رہے جس میں رسول کی کوئی حیثیت نہیں، اس کے ارشادات کی کوئی وقعت نہیں۔ اُس کے اُسوہ حسنہ کی کوئی اہمیت نہیں اور اس کی اطاعت کا کوئی سوال نہیں اور جب رسول ہی کچھ نہیں تو صحابہ کرام اور ائمہ دین کا تو سوال ہی کیا! اسلام کے اس جدید ماوُل میں نماز وہ نماز نہیں جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کے مسلمان پڑھتے آئے ہیں اور وہ نماز نہیں جس کی صفت قرآن نے تَشْهِي عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ بتلائی ہے، بلکہ عیسائیوں کی PRAYER جیسی ہے۔ جس میں نہی عن الفحشاء والمنکر کی کوئی طاقت نہیں اور جس کا اگر جا سے باہر کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ اسلام عبادات پر کوئی زور نہیں دیتا کیونکہ جس طبقہ کے ایمان پر اس کی ترتیب و تالیف کا کام کیا جا رہا ہے اُسے نہ صرف یہ کہ عبادات سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ وہ انہیں ایک وبال اور حجاب سمجھتا ہے، اور اس کی زندگی کے نقشہ میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں اس نئے اسلام کو صرف اس منفی پہلو سے دلچسپی ہے کہ عبادات کا رائج نظام اور اس کے قواعد و ضوابط اللہ کے نہیں بلکہ "ملا" کے مدون کردہ ہیں۔ لہذا ان کو دین سے خارج کرنا چاہیے اسی طرح یہ اسلام دین کے اخلاقی حدود و قیود اور تمدنی و معاشرتی ضوابط و احکام کو کوئی اہمیت نہیں دیتا بلکہ ممکن حد تک ان کو اس طبقہ کی خواہشات سے ہم آہنگ کرتا ہے۔ غرض دینی اصطلاحات اور اقدار کے وحی سے متعین شدہ مطالب و مفہومات کو "ملا" کی گڑھ صفت قرار دے کر ان اصطلاحات و اقدار کو خود تراشیدہ و خود پسندیدہ معنی پہنانے کے لیے اہل قرآن کا یہ "دربِ عکس" نہند نام زنگی کا خود کا مصداق، گروہ پوری طرح سرگرم عمل ہے۔ — صلوٰۃ کا ایک نیا مطلب تیار ہے۔ زکوٰۃ کی ایک نئی تشریح حاضر ہے۔ معروف و منکر کا ایک ایسا مفہوم دریافت ہو چکا ہے جس نے معنوی تحریفات کا اب تک کا سارا ریکارڈ توڑ دیا ہے اور اس سب سے بڑھ کر دین کی اصل اساس آخرت کا ایک ایسا تصور پیش کر دیا گیا ہے کہ تنہا وہ ہی اگر مقبول ہو جائے تو بلا کسی مزید کوشش کے دین کی ساری عمارت آپ سے آپ منہدم ہو جائے گی اور "ملا" اور "دین ملا" کا خروخشہ ہی ہمیشہ کیسے مٹ جائے گا۔

یہ دونوں کوششیں پوری سرگرمی کے ساتھ حکومت وقت کی سرپرستی میں جاری ہیں اور تیسرا محاذ خود حکومت نے قائم رکھا ہے۔ جہاں سے مختلف طریقوں سے اہل دین کی کوششوں کو پسپا کرنے کی جدوجہد

جاری ہے۔ سب سے پہلے نفاق کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ کیونکہ یہ طریقہ ہمیشہ بہت کامیاب اور بے خطر رہا ہے۔ جب پبلک میں آتے، زبان پر اسلام اور قرآن جاری ہو جاتا۔ اسلام کے تعلق پر فخر کیا جاتا۔ قرآن جیسی ہدایت کے امین ہونے پر ناز کیا جاتا اور ذومعین الفاظ میں لوگوں کو یقین دلانے کی کوشش کی جاتی کہ پچھلے وعدوں کو پس پشت نہیں ڈالا گیا ہے مگر منافقت کی ٹیٹی خالی زبان کے بل پر قائم نہیں رہا کرتی اس کے لیے کچھ روپ بھرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، مگر یہ تقید اور تکلف ان سے نہ ہو سکا۔ قول و عمل کا تضاد نمایاں سے نمایاں تر ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آنے لگی کہ کعبہ کا نام سے لے کر قافلہ کو نہایت تیزی کے ساتھ ترکستان کی طرف بڑھایا جا رہا ہے، بعض لوگوں نے اندرونی طور پر قائل مقبول کرنے کی کوشش کی اور بعض لوگوں نے باہر سے احتجاج شروع کیا، جس کے بعد قافلہ کا رخ کچھ پھرتا نظر آیا۔ اس تبدیلی سے مغربہ طبقہ کو (وہی طبقہ جس کا ذکر ہم نے سطور بالا میں کیا ہے) اپنا مفاد اور اپنا مستقبل خطرہ سے دوچار ہوتا نظر آیا۔ وہ بے چین تھا کہ اس تبدیلی کو کیسے روکے کہ یکا یک اسے ایک بہترین موقع مل گیا۔ تناد یا نیت کے خلاف ایچی ٹیش شروع ہو گیا اور بد قسمتی سے بعض جو شیڈوں اور جلد بازوں کی بدولت اور عوام کی دیتی تربیت نہ ہونے کے باعث بلکہ اس تربیت کے باعث جو انہیں تحریک پاکستان کے سلسلہ میں دی گئی تھی، اس سلسلہ میں کچھ ایسی غلط باتوں کا ارتکاب ہو گیا جن سے اس طبقہ کے اُن نمائندوں کو جو حکومت میں وکیل تھے، اہل دین کو بدنام کرنے اور کھینچنے کا ایک بہانہ مل گیا اور اس موقع سے انہوں نے جی بھر کر فائدہ اٹھایا، پہلے تو طاقت کے استعمال سے عوام کو سرسیمہ کیا گیا، اور پھر علماء کے خلاف پروپیگنڈے کی ایک مہم چلائی گئی، جس کے خاص خاص نعرے تھے ”ملا سے ہشیار رہو“، ”ملا اقتدار کا بھوکا ہے“، ”ملا کی حکومت سے اللہ کی پناہ“۔ اسلامی حکومتوں کو ہمیشہ ملا ہی نے تباہ و برباد کیا ہے۔ ان نعروں کے کتببات آویزاں کیے گئے۔ انہیں زبانوں پر چڑھا کر ملک کی فضا کو علماء کے خلاف نفرت سے بھرا گیا۔ اس کے بعد ایک تحقیقاتی عدالت بٹھائی گئی۔

لے اس موقع پر تحقیقاتی عدالت کے متعلق جو سطور درج تھیں وہ ہم نے حذف کر دی ہیں۔

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ کے بعد فضا اس بات کے لیے ہموار ہو چکی تھی کہ علماء کو مذہبی مجنون، فساد اور ملک دشمن قرار دے کر سیاسیات میں دخل دینے کی ممانعت کر دی جائے، اور صاف صاف اعلان کر دیا جائے کہ اس ملک میں اسلامی حکومت قائم نہیں ہو سکتی، چنانچہ اس مغرب زدہ طبقہ کا ایک نمائندہ جسٹس سیکریٹریٹ سے ابھر کر وزارت داخلہ کی کرسی پر پہنچا تو اب تک کے سارے لاگ لپیٹ کو ختم کر کے اعلان کر دیا کہ پاکستان میں اسلامی حکومت کے قیام کا کوئی سوال نہیں، اس کے لیے جدوجہد کرنے والی ایک منظم جماعت کے لیے کراچی میں ارشاد ہٹوا کہ یہ جماعت اگر اپنی سرگرمیوں کو مذہبی معاملات تک محدود نہیں کرے گی تو اس کے ساتھ سختی سے پیش آیا جائے گا، اور لکھنؤ کے ہوائی اڈے پر اس نعرہ مستحق کو بلند کرنے والے تمام علماء کے متعلق شاعرانہ زبان اور نادر شاہانہ انداز میں فرمایا گیا کہ ان سب کو چاندی کی کشتی میں لگا کر ہندوستان بھیج دوں گا۔

الغرض اب تک جو چیز دلوں میں تھی وہ زبان پر آگئی ہے۔ نفاق کے پردوں میں جو کچھ نہاں تھا وہ عیاں ہو گیا ہے اور بلاشبہ یہ پاکستانی قیادت کی سچی ترجمانی ہے جو اسکندر مرزا صاحب نے کی ہے اور اس لحاظ سے اسکندر مرزا صاحب پاکستانی کامیابی کے سب سے زیادہ قابل قدر رکن ہیں کہ انہوں نے بات صاف صاف کہہ دی — لیکن ایک بات میں مرزا صاحب بھی اپنے اکابر ہی کی تقلید کر گئے کیا اچھا ہوتا کہ وہاں بھی وہ بات صاف ہی کہہ جاتے۔ انہوں نے اسلامی حکومت قائم کرنے کے سوال کو اس لیے غلط قرار دیا کہ تیرہ سو برس کے عرصہ میں کہیں دنیا میں اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی، حالانکہ بات اگر وہ صاف صاف کہتے تو یوں کہتے کہ ہم نہیں چاہتے، اس لیے اسلامی حکومت قائم نہیں ہو سکتی اس بات کو خواہ کوئی برا سمجھتا مگر غلط قرار نہیں دے سکتا تھا بخلاف اس دلیل کے جو انہوں نے پیش کی کہ اس کو تو بجز اپنا جرم ہلکا کرنے کی کوشش کے اور کچھ نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس لیے کہ بحیثیت دلیل کے اس کا کوئی وزن نہیں! — اولاً اس لیے کہ یہ بات واقعہ کے اعتبار سے بالکل غلط ہے انہوں نے شاید غلط رائدہ اور اسلامی حکومت کو ہم معنی سمجھا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اسلامی حکومت تو مسلمانوں کی ہر وہ حکومت ہے جس میں اللہ و رسول کے احکام کو قانونی حیثیت حاصل ہو، بخلاف خلافت راشدہ کے کہ

وہ تو اس حکومت کا ایک انتہائی مثالی نمونہ ہے جس میں صرف اسلامی قانون ہی نافذ نہیں کیا جاتا بلکہ نبوت کی پوری نیابت کی جاتی ہے اور خلیفہ نبی کے ایک ایک قدم سے قدم ملا کر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ صورت یقیناً اسلامی حکومت میں زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکی، مگر جہاں تک اسلامی قانون کو قانون مملکت کی حیثیت حاصل ہونے کا تعلق ہے تو یہ بات تو اموی دور میں بھی رہی، عباسی دور میں بھی رہی، اور عثمانی ترکوں کے دور میں بھی رہی! یہ الگ بات ہے کہ اس پر عمل پورا پورا رہا یا نہیں۔ اگر نہیں رہا — اور یہیں تسلیم ہے کہ نہیں رہا — تو کون ہے کہ دیانت داری کے ساتھ کہہ سکے کہ اس میں اس قانون کا کوئی قصور تھا؟ یہ تو سب اس نظام حکومت میں ایک غیر اسلامی شے (ملوکیت) کا قلم لگنے کا طفیل تھا کہ یہ قانون اپنی پوری روح اور تمام دستوں کے ساتھ نافذ نہیں رہ سکا — اور آپ سے اس وقت اُن "گردن زدنی" علماء کا مطالبہ اس سے زیادہ کب ہے کہ آپ پاکستان کے آئین کے لیے قرآن و حدیث کو بنیاد تسلیم کر لیجیے تاکہ اس کی بنیاد پر مملکت کا قانون اسلامی قانون ہو سکے۔ رہا اس کو عمل میں لانے کا مسئلہ؟ تو نہ وہ پہلے ناقابل عمل تھا اور نہ اب ناقابل عمل ہے۔ بلکہ یہ اُن لوگوں پر موقوف ہے جن کے ہاتھ میں اس قانون کا نفاذ ہو! اگر وہ لوگ باہمت ہوئے تو یہ من و عن نافذ ہو گا جیسا کہ پہلے ہوا ہے اور اگر کم ہمت، نفیس پرست اور بند گاہن عیش و طرب ہوئے تو اس میں رخنے پڑیں گے جیسے کہ پہلے پڑے۔

الغرض اولاً تو یہ بات ہی غلط ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد پورے تیرہ سو برس کے عرصہ میں کسی حکومت کا آئین و قانون اسلامی نہیں رہا۔ دوسرے اگر یہ صحیح بھی ہو تو یہ آخر اس بات کی دلیل کیسے بن سکتی ہے کہ ہو بھی نہیں سکتا؟ اسکندر مرزا صاحب تاریخ سے ایسی کوئی ایک مثال پیش کریں کہ فلاں حکمران نے چاہا کہ اس کی حکومت کا قانون اسلامی ہو مگر تجربہ سے ثابت ہوا کہ یہ ناقابل عمل اور نامناسب ہے! ہمارا دعویٰ ہے کہ تاریخ کے تمام دفتر چھان لینے کے بعد بھی ایسی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ اس کے برعکس ہم آج بیسویں صدی میں ایک ایسے ملک کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں جس نے اسلام کے قوانین پر عملدرآمد شروع کیا تو ہندوستان جیسی غیر اسلامی اور سیکر اسٹیٹ کا وفد اس کے نتائج دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا۔

اور اس نے اپنے ملک میں اگر بے ساختہ اس تاثر کا اظہار کیا کہ ہم نے اس فتنہ و فساد سے بھری ہوئی دنیا میں ایک گہوارہ امن مان دیکھا ہے — یہ ملک سعودی عرب ہے:

اسلامی نظام حکومت تو خیر صد بار سن تک اس دنیا میں قائم رہ چکا ہے اور نہ صرف قائم رہ چکا ہے بلکہ اس کا آئیڈیل ملک عالم وجود میں آ چکا ہے اور یہ نخر تنہا نظام اسلامی ہی کو حاصل ہے ورنہ دنیا میں جتنے بھی نظام نکاح انسانی کے لیے پیش کیے گئے ان کا آئیڈیل ہمیشہ پیش کرنے والوں کے تصور ہی میں سب ابلو سے نکل کر عالم وجود میں کبھی نہیں آ سکا۔ آج بھی کمینڈوزم اور جمہوریت جو سادی دنیا پر چھائے ہوئے ہیں اپنے آئیڈیل کا چہرہ دیکھنے کے لیے ترستے ہیں اور یقین ہے کہ عمر بھر ترستے ہی رہیں گے۔ پس ایک ایسے نظام کا تو سوال ہی کیا یہ دلیل تو کسی ایسے نظام کے مقابل میں بھی غلط ہے جس کا سرے سے کبھی وجود ہی نہ ہوا ہو اور وہ محض عالم خیال میں ہو — اور اگر یہ دلیل کوئی دلیل بنتی تو دنیا میں کسی شخص کو کوئی نئی بات پیش کرنے کی کبھی حیرت نہ ہوتی اور انسان ترقی کی طرف ایک قدم بھی نہ بڑھا سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ خواہ یہ مانا جائے کہ تیر و سو برس کے بیشتر حصہ میں زمین کے ایک بڑے حصہ پر اسلامی قانون کو قانون حکومت کی حیثیت حاصل رہی اگرچہ اس پر پورا عمل نہیں ہوا، یا یہ مانا جائے کہ خلافت راشدہ کے بعد کسی حکومت کا دستور و قانون اسلامی نہیں سہا۔ ان دونوں میں سے کوئی بات بھی اس نتیجہ پر نہیں پہنچتی کہ اسلامی حکومت قائم نہیں ہو سکتی، یہ نتیجہ تو جب صحیح ہو سکتا ہے جبکہ کچھ مثالیں اس قسم کی پیش کی جائیں کہ نلال حکومت نے اپنا دستور و قانون اسلامی بنانا چاہا مگر وہ ناکام رہی یا اس پر عمل درآمد کیا گیا تو عوام نے اسے اپنے لیے مسخر اور ناقابل قبول قرار دیا۔ مگر اسلامی تاریخ کا بر حوالہ علم جانتا ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا، نہ کسی حکومت نے نیک نیتی کے ساتھ ارادہ کرنے کے بعد قرآن و حدیث کو ناقابل عمل پایا اور نہ اس کے عوام نے اسلامی قانون کو ناقابل قبول قرار دیا بلکہ ہمیشہ اس کے لیے اپنی انگوٹھ مار کر دی، اور علی الراس والعین کہہ کر استنبال کیا۔ البتہ ایک چھوٹا سا گروہ ضرور ایسا نظر آتا ہے جس کے حقوق سے اسلامی قانون نہیں اترا تھا کیونکہ یہ قانون اس کی ناجائز خواہشات کی راہ میں سنگ لڑا تھا، یہی گروہ تھا جس نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترہر کا پیار دیا کیونکہ انہوں نے ساٹھ سال کے بعد حکومت میں

جو خلافت راشدہ کا رنگ بھرا تھا اور اس گروہ کی ناجائز خواہشات کا راستہ بند کر دیا تھا اور کچھ بھی ہی گروہ ہے جو اسکندریہ و نیسیہ لوگوں کی شکل میں مسلمانوں میں موجود ہے جو سمجھتا ہے کہ اسلامی دستور اور اسلامی قانون اس کی ناجائز خواہشات کے لیے موت کا پیغام ہے! پہلے زمانہ کے اس گروہ نے جو مخالفان خلافت اور امر اور نہی کی شکل میں تھا، اسلامی قانون کی کوئی مخالفت نہیں کی بلکہ صرف ان افراد کو ہٹانا کافی سمجھا جو اس قانون کو اس کی پوری روح کے ساتھ نافذ کرنا چاہتے تھے کیونکہ مطلق العنانی کے اس دور میں یہ بات آسان تھی کہ ملک کا قانون تو اسلامی ہے مگر صحابہ اقتدار اپنی پراپیٹی و زندگی میں ادا اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے جو چاہیں کریں۔ وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہ تھے مگر اس زمانہ کا یہ گروہ جانتا ہے کہ اب صورت حال مختلف ہے۔ مطلق العنانی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اب عوام کا ایک ایک فرد حکمران کی زندگی کا احتساب کر سکتا ہے، الیکشن کے ذریعہ ہر چند سالی بعد حکومت کو بدلایا جاسکتا ہے۔ اس لیے دوسرے سے اسلامی دستور اور قانون ہی کا راستہ دوکنا چاہئے، مگر دلائل کی حاکمیت سے محروم ہونے کی بنا پر اس قسم کی پھر اور مغالطہ آمیز باتیں کہہ کر اپنے رویہ کو حق بجانب ثابت کرنا چاہتا ہے کہ تیرہ سو برس میں کہیں اسلامی حکومت قائم ہوئی بھی ہے اور یہ ان باتوں سے کام چلتا نہیں دیکھتا تو نشہ قوت میں مدھوش ہو کر تشدد کی دھمکیاں دیتے لگتا ہے اور کچھ الزامات تراش کر اپنے اس غری بستیہ کو استعمال کر ڈالتا ہے۔

ہم نے اسکندریہ و ناساب کی دلیل پر جو کچھ کہا ہے وہ اس خیال کی بنیاد پر کہا ہے کہ وہ خلافت راشدہ کے قرآنی حکومت ہونے سے انکار ہی نہیں ہیں اور تیرہ سو سال سے ان کی مراء اس کے بعد سے ہے لیکن اگر ان کے انکار میں خلافت راشدہ کا دور بھی داخل ہے جیسا کہ اکثر حضرات نے سمجھا ہے تو پھر کچھ نہیں دیکھ کر کہ لگلا نہیں کوئی دن میں شراب نوشی کرتے ہوئے دیکھے اور کہے کہ حضرت آپ نے تو فرمایا تھا کہ میں سچا مسلمان ہوں اور غریب آفتاب سے قبل کبھی شراب نہیں پیتا۔ تو وہ جواب میں کہہ دیں کہ اس دنیا کبھی آفتاب طلوع ہوا ہی ہے؟ یقیناً وہ اتنے جری ہیں کہ دن کو رات اور رات کو دن، سپید کہ سیاہ اور سیاہ کو سپید کہہ دیں اور وہ سب کے نشہ میں سمجھیں کہ حقائق ان کی زبان کے تابع ہیں۔ اس مٹد کا آدنی فطری طور پر مروع قطع ہے اور ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اس کی کسی بات کا نوٹس لیا جائے اور اسے کوئی سنجیدہ جواب دیا جائے۔